نیک خیالات کے مطابق اپنے اعمال نیک بنائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ
الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۱
(فاطر:۱۱)

اور پھر فرمایا:

جیسے مادی دنیا میں ہر حرکت کیلئے ایک توانائی کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی حال انسانی معاملات کا ہے اور ہر انسانی حرکت کے لئے خواہ وہ جسم کی ہو یا تصورات کی ہو کسی نہ کسی توانائی کے ذخیرہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور بعینہ یہی عالم روحانی دنیا کا بھی ہے۔ روحانی دنیا میں بھی کسی توانائی کے ذخیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مادی دنیا میں خواہ کیسی ہی طاقتور اور عمدہ اور کار آمد مشین بنائی گئی ہو یا نہایت ہی بڑا اعلیٰ پیمانے کا کارخانہ تیار کر دیا گیا ہو اگر توانائی آپ اس سے کھینچ لیں تو وہ ساری محنت، ساری کوشش، ساری صناعی بے کار چلی جائے گی۔ اسی طرح انسانی معاملات میں بھی کئی قسم کے توانائی کے ذخیرے ہیں جن کو استعمال کر کے انسانی معاملات حرکت میں لائے جاتے ہیں۔ محبت بھی اس میں اثر انداز ہوتی ہے اور نفرت بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ غصہ بھی اثر انداز ہوتا ہے اور رحم بھی اثر

انداز ہوتا ہے۔ بشاشت کا بھی انسانی اعمال اور انسانی تصورات کی حرکت پر اثر پڑتا ہے اور پژمردگی کا بھی انسانی اعمال اور انسانی تصورات پر اثر پڑتا ہے۔ غرضیکہ آپ انسانی معاملات کی کنہ تک پہنچ کر دیکھیں تو ایک بھی ایسا انسانی تصور یا انسانی فعل نہیں جو حرکت میں آیا ہو اور اس کے پیچھے کوئی جذبہ کار فرما نہ ہو مگر جذبات کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دونوں طرح سے استعمال ہو سکتے ہیں اور یہی حال توانائی کے ہر دوسرے ذخیرہ کا ہے۔

دریا کا پانی ایک توانائی ہے جو بہہ رہا ہے۔ اگر عقل مند ہوشیار قومیں اس کو قابو کر کے مسخر کر کے بجلی بنانے کے کام میں نہ لائیں یا نہریں چلا کر زمینوں کی آبیاری کے کام میں نہ لائیں تو وہی پانی بعض دفعہ سیلاب بن کر اٹھتا ہے اور دور دراز تک کے علاقوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، زندگی کی بجائے موت کا پیغام بکھیر دیتا ہے تو توانائی فی ذاتہٖ اگرچہ ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی انسانی عمل یا تفکرات حرکت میں نہیں آ سکتے مگر کس رنگ میں وہ حرکت میں آئیں گے؟ اس توانائی کا کیا اثر انسانی زندگی پر رونما ہوگا؟ یہ ہے وہ بنیادی مسئلہ جو غور طلب ہونا چاہئے۔

قرآن کریم نے اس کے ہر قسم کے اثرات کا مختلف آیات میں ذکر کیا ہے چنانچہ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں خوف کا بھی انسانی زندگی پر اثر پڑتا ہے اور طمع کا بھی انسانی زندگی پر اثر پڑتا ہے۔ بعض اوقات خوف کے نتیجہ میں لوگ پژمردہ ہو کر ہمتیں ہار دیا کرتے ہیں اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ خوف کی زیادتی لوگوں کے ایمان کو متزلزل کر دیتی ہے اور بعض دفعہ خوف کے نتیجہ میں مایوس ہونے کی بجائے ان کی امیدیں اور بڑھ جاتی ہیں تو صرف توانائی فی ذاتہٖ کافی نہیں اہم تر مسئلہ یہ ہے کہ اس توانائی کو کیسے استعمال کیا جائے اور کیا اثرات اس کے مترتب ہوں؟ چنانچہ قرآن کریم ان دونوں قسم کی توانائی کی کیفیات کا مختلف آیات میں ذکر فرماتا ہے ایک جگہ فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (الاحزاب:۲۰)

کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر خوف آتا ہے اے محمد ﷺ تو انہیں دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں اس طرح پلٹ رہی ہوتی ہے جیسے کسی شخص پہ موت کی غشی طاری ہو جائے، آنکھیں پلٹ جاتی ہیں سیاہی نظر نہیں آ رہی ہوتی صرف سفیدی دکھائی دیتی ہے۔ تو فرمایا ایک ایسے لوگ بھی ہیں جن پر

خوف کا یہ اثر ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ دوسری طرف ایسے بھی تیرے غلام ہیں فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا (آل عمران: ۱۷۴) اسی خوف نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا ہے ان کے اندر نئی زندگی پیدا ہوگئی ہے۔ پھر ایک اور جگہ خوف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۷ (السجدہ: ۱۷)

کہ عجیب خدا کے بندے ہیں کہ جن پر خوف طاری ہوتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کی امیدیں لے جائے، ان کی امنگوں کو کھا جائے، وہ خوف، جب وہ تیرے حضور راتوں کو اٹھ کر جھکتے ہیں اور اپنے خوف کو استعمال کرتے ہیں دعاؤں کیلئے تو وہ مایوسی کی بجائے طمع کا موجب بن جاتا ہے۔ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ دونوں کو اکٹھا استعمال فرمایا حالانکہ بظاہر خوف کے ساتھ طمع کا تعلق کوئی نہیں۔ جب خوف ہو تو امیدیں، تمنائیں ساری مٹنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ خوف کوئی آرزو باقی نہیں چھوڑتا لیکن خدا کے پاک بندوں پر خوف کا ایک بالکل مختلف اثر پڑتا ہے۔ وہ چونکہ خوف کے نتیجہ میں خدا کے حضور اٹھتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اس لئے ان کا خوف ان کے لئے طمع لے کر آتا ہے۔ اس لئے پہلے خوف کا ذکر فرمایا بعد میں طمع کا ذکر فرمایا۔ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ یہی تعلق ہے کہ خوف کے نتیجہ میں وہ مجبور ہو جاتے ہیں اپنے رب کے حضور راتوں کو اٹھ کر گریہ وزاری کے لئے اور جب وہ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں تو حیرت انگیز ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ ان کا خوف طمع میں بدلنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ امیدیں لگا بیٹھتے ہیں خدا سے کہ خوف ہمارا نقصان نہیں کرے گا بلکہ ہمیں کچھ دے کر جائے گا اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۷ پھر جو کچھ ہم ان کو عطا کرتے چلے جاتے ہیں تو وہ اور خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور خرچ کا خوف بھی اڑ جاتا ہے پھر کوئی خوف بھی نہیں رہتا۔ ایک خوف دنیا کا ایک انسانی جذبہ کو حرکت میں لاتا ہے انسانی تفکرات کو حرکت میں لاتا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ وہ خوف اپنے ہی خوف میں وجود کو چاٹ جاتا ہے اور اس کی بجائے ایک

طمع رونما ہوتی ہے اور امید رونما ہوتی ہے اور امید کے پھر نتائج پیدا ہوتے ہیں اس کو پھل لگتے ہیں۔ یہ معاملہ ہے خدا کے مومن بندوں کا اور دوسری طرف وہ جو کمزور ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ ان کو سامنے موت نظر آنے لگ جاتی ہے اور ان کی آنکھیں پھر جاتی ہے۔

تو یہ ضروری ہے کہ انسانی اعمال اور انسانی تفکرات کی حرکت کے لئے کوئی نہ کوئی جذبہ کار فرما ہو۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جذبات کی کوئی قیمت نہیں عقل چاہئے صرف یہ عقل کے بغیر انسان ایسی بات کر سکتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عقل تو ایک مشین ہے ایک موٹر کی طرح، ایک گھڑی کی طرح، ایک ریڈیو کی طرح، اس سے زیادہ عقل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس مشین کو توانائی جذبات مہیا کرتے ہیں۔ اگر انسانی زندگی سے جذبات کو آپ نکال لیں تو بالکل Stand Still ہو جائے گی، ایک مقام پر آکر جامد ہو جائے گی۔ جتنے بھی بڑے بڑے مفکرین ہیں خواہ وہ فلسفوں اور نظریوں کے موجد تھے یا انہوں نے سائنس کی دنیا میں ایجادات کیں، ان کی ہر ایجاد سے پہلے ایک غم، ایک فکر، ایک بے چینی تھی جس نے ان کو مجبور کیا ہے۔ ایک شخص ایک تکلیف کی حالت سے گزرا ہے تو اس کا ردعمل ہوا ہے اگر وہ سائنسدان تھا تو اس نے اس تکلیف کی حالت کو دور کرنے کے لئے سوچنا شروع کیا کہ میں کیسے اپنے اور اپنے بھائیوں کے فائدہ کیلئے کوئی ایسی چیز ایجاد کروں کہ اس سے یہ تکلیف رفع ہو جائے۔ ایک مفکر تھا تو اس نے یہ سوچنا شروع کیا کہ انسانی معاملات میں یہ وجوہات ایسی ہیں جو غم پیدا کرتی ہیں، دکھ پیدا کرتی ہیں، یہ نظام ناقص ہے اس کی تبدیلی ہونی چاہئے اور وہ ذاتی صدمہ جو اس کو کسی سے پہنچا تھا، وہ ٹھوکر جو اس کے جذبات کو لگی تھی اس نے اس کے دماغ کو حرکت دی اور وہ ایک نظریہ لے کر دنیا کے سامنے آیا۔

غرضیکہ ہر انسانی فکر کے پیچھے کوئی نہ کوئی جذبہ کارفرما آپ کو نظر آئے گا۔ وہی جذبہ برعکس نتیجے بھی پیدا کر دیتا ہے بجائے اس کے کہ ایجاد کی طرف توجہ مائل ہو ایک غم جو ہے مایوسی کی طرف اور دنیا سے پیچھے ہٹ کر دنیا سے بھاگنے کی طرف انسان کو مجبور کر دیتا ہے، کاہلی اور سستی پیدا کر دیتا ہے، انسان نفسیاتی مریض بن جاتا ہے۔ اسی طرح تفکرات کی دنیا میں بھی تفکرات منفی بھی پیدا ہو جاتے ہیں بعض جذبوں سے۔ کئی ایسے نظریئے آپ کو نظر آئیں گے جن میں Escapism نظر آئے گا کہ

چھوڑ دو بھاگ جاؤ، دنیا کو قطع کر دو، دنیا سے قطع تعلقی اختیار کر لو اور الگ ہو کر موت کا انتظار کرو۔ اس فکر کے پیچھے بھی ایک جذبہ ہے۔ غرضیکہ جذبات اور عقل کا تعلق بالکل وہی ہے جیسے مشین کا اس توانائی سے ہو جس کے بغیر وہ مشین چل نہیں سکتی۔

قرآن کریم بھی ہر جگہ جذبات سے کام لیتا ہے۔ کہیں جذبات کو ابھارتا ہے کہیں ان کو مناسبت عطا کرتا ہے، ان کو توازن بخشتا ہے اور جس طرح ایک سائنٹسٹ (Scientist) توانائی سے کام لے رہا ہوتا ہے اس سے بہت زیادہ عقل اور فراست کے ساتھ قرآن کریم انسانی توانائی کو توازن بخشتے ہوئے ان کو کارآمد چیزوں پر لگاتا ہے۔

یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ اس لحاظ سے ایک بہت ہی خوش نصیبی کا زمانہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے اوپر جو حالات وارد ہوئے انہوں نے جذبات میں ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ وہ تمام محرکات جو جذبات کو انگیخت کرتے ہیں وہ سارے موجود ہیں۔ دوسروں کی نفرتیں جو مومنوں کے دل پر قیامت ڈھاتی ہیں اس کے نتیجہ میں بھی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دوسروں کے غصے خواہ وہ عمل کی شکل میں ہوں یا گالی گلوچ کی شکل میں ہوں وہ بھی چرکے لگاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں اس کے نتیجہ میں بھی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دوسروں کے بلند بانگ دعاوی کہ ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے، تباہ کر دیں گے، تمہارا کچھ نہیں چھوڑیں گے، وہ ایک قسم کا خوف پیدا کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بھی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان جذبات کا کچھ اظہار تو ہم دیکھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان جذبات کے نتیجہ میں جو جماعت احمدیہ کے پاس اس وقت ایک طوفان کی شکل میں موجود ہیں، احمدی بے ہودہ حرکتیں نہیں کر رہے، گالی گلوچ میں حصہ لے کر اپنے جذبات کو ضائع نہیں کر رہے، نفرتیں کر کے خود اپنے آپ کو اپنے دل کو اور اپنے اندرونوں کو جلا نہیں رہے بلکہ ہر طرف خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا یہ ردعمل ہے کہ راتوں کو اٹھتی ہے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتی ہے۔ جو نمازی نہیں بھی تھے وہ بھی نمازی بن رہے ہیں، جن کو عبادت کا سلیقہ نہیں تھا انہوں نے سلیقے سیکھ لئے، جن کو لذت نہیں آیا کرتی تھی دعاؤں میں ان کو اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی لذتیں بخش دیں لیکن صرف یہی کافی نہیں۔ قرآن کریم صرف اچھے خیالات یا اچھے کلمات پر بات کو نہیں چھوڑتا بلکہ اس سے زیادہ استفادہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ایک ایسی عظیم الشان روحانی سائنس کا

کلام ہے کہ کوئی اس کی نظیر دوسری جگہ آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

بظاہر یہ ایک بہت ہی اچھا منظر ہے کہ جماعت احمدیہ کے منہ سے پاک کلمات نکل رہے ہیں، دعائیں بلند ہو رہی ہیں اور نیک ارادے ہیں۔ بہت ہی خوشکن منظر ہے لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ کافی نہیں کچھ اور بھی چاہئے، تمہارے پاس بہت بڑی طاقت موجود ہے اس طاقت سے تمہاری جو مشینری حرکت میں آنی چاہئے اس کا ایک بہت بڑا حصّہ بعض دفعہ خاموش پڑا رہ جاتا ہے، تم اس کو حرکت میں نہیں لاتے۔ چنانچہ اسی کی طرف توجہ دلا رہا ہے اس آیت کریمہ میں جو میں نے تلاوت کی ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (فاطر:۱۱) جو کوئی بھی عزت کی تمنا رکھتا ہے وہ سنے کہ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ہر قسم کی تمام تر عزتیں اللہ ہی کے پاس ہیں اس لئے عزتوں کے لئے خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جب دنیا ذلیل کر رہی ہو تو اور زیادہ توجہ اس کی طرف مبذول ہونی چاہئے کہ عزتیں خدا کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہے عزت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے لیکن خدا کے ہاں عزت پانے کا طریق کیا ہے؟ فرمایا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ تمہارے جو پاک کلمات ہیں نیک ارادے، نیک تمنائیں، حمد اور تسبیح، دعائیں اور عبادتیں یہ ساری چیزیں خدا کی طرف حرکت کرتی ہیں اور آسمان کی طرف بلندی کی طرف اٹھتی ہیں۔

چنانچہ اس منظر کو ہم دیکھ رہے ہیں یہی ہو رہا ہے لیکن فرماتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ محض جذبات کے نتیجہ میں براہ راست دل سے اٹھنے والی دعائیں براہ راست اٹھنے والے خیالات جو کسی انسانی عمل میں سے گزر کر نہیں جاتے وہ اتنے بلند ہو سکتے ہیں کہ خدا تک پہنچ جائیں۔ اس جذبات کے پانی کو اپنے اعمال کی مشین میں سے گزارو پھر وہ طاقت پیدا ہوگی جس کے نتیجہ میں تمہاری باتیں آسمان تک پہنچا کریں گی کیونکہ بلندی کی طرف چڑھنا بغیر توانائی کے ممکن نہیں ہے۔ کسی دنیا کی کتاب میں آپ ایسا کلام، اس کا ادنیٰ سا نمونہ بھی نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ قرآن کریم میں ہمیں جگہ جگہ

نظر آتا ہے۔

فرماتا ہے بہت اچھی بات ہے تم دعائیں کرتے ہو، تم تسبیح کرتے ہو، تم تحمید کرتے ہو اور اللہ کا ذکر کرنے لگ گئے ، خدا کے حضور رونے لگ گئے، دعائیں کرنے لگ گئے لیکن فرمایا کہ یہ نہ گمان کر لینا کہ یہ سیدھی چیزیں آرام سے اوپر پہنچ جائیں گی اور خدا کے عرش کو ہلا دیں گی ۔ فرمایا وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ عمل صالح ضروری ہے ان کو بلندی عطا کرنے کے لئے وہ توانائی جو عمل صالح مہیا کرتا ہے اس کی طاقت سے پاک کلام اوپر چڑھا کرتا ہے ورنہ اس میں اوپر چڑھنے کی طاقت کوئی نہیں ہوگی ۔ مشین تو ایک بن جائے گی لیکن توانائی کے بغیر حرکت میں نہیں آئے گی ۔ کیسا عظیم کلام ہے! کتنا گہرا فلسفہ ایک چھوٹی سی آیت میں بیان فرما دیا۔

چنانچہ اس وقت جماعت کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ان جذبات کو اس طرح کام میں لائیں اور اس میں ایک اور بڑا گہرا فلسفہ ہے۔ بہت سے لوگ بہت ہی گریہ وزاری سے دعائیں کرتے ہیں اور روتے ہیں کہ اے خدا! ہماری دعا قبول کر ہمارا دکھ دور کر دے اور پھر شکوہ کرتے ہیں کہ خدا نے نہیں سنا۔ اللہ نے تو بتا دیا تھا کہ میں وہی سنوں گا جو مجھ تک پہنچے گا اور مجھ تک وہی پہنچے گا جس کے پیچھے تمہارے نیک اعمال اس کو قوت بخش رہے ہوں اس کے بغیر میرے آسمان تک تمہاری کوئی صدا نہیں پہنچے گی۔

چنانچہ اس بات پر غور کرتے ہوئے ایک اور پہلو بڑا لطیف اس آیت میں سامنے آتا ہے کہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ میں تو کلم جمع کا صیغہ استعمال فرمایا کہ پاک کلام کثرت جو انسان کے دل سے اٹھتے ہیں، خیالات یا کلام منہ سے نکلتا ہے یہ سارے کے سارے ایک جمع کی شکل میں بیان فرمائے۔ نیک تمنائیں، دعائیں، نیک جذبات، یہ ساری چیزیں اللہ تک پہنچتی ہیں ۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ میں واحد کا صیغہ استعمال فرمایا کہ نیک اعمال یا نیک عمل اس کو اوپر چڑھاتا ہے۔ پہلے جمع کی بات ہو رہی تھی یہ واحد کہاں سے آ گیا بیچ میں؟ چنانچہ بعض لوگوں نے اس

آیت کا ترجمہ بدلا دیا اس جمع کے بعد واحد کے صیغہ کی مشکل کے نتیجہ میں اور یہ معنی کرنے کی کوشش کی گئی ہے بہت سارے تراجم میں وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ اور عمل صالح کا جہاں تک تعلق ہے اللہ اس عمل صالح کو رفع بخشتا ہے۔ بات تو کلام کی ہو رہی تھی بات تو پاکیزہ جذبات کی ہو رہی تھی اس کی رفع کے لئے کون سی طاقت ہے اگر عمل کو اللہ رفع بخشتا ہے تو پھر اسکو رفع کون بخشتا ہے؟ اس لئے اس کا وہی معنی ہے کہ ہُ کی ضمیر پہلے جو بیان کیا گیا ہے اسی کی طرف جا رہی ہے کہ عمل صالح فاعل ہے وہ رفع بخشتا ہے اس چیز کو جو پہلے گزری ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کا حل ایک بہت پیارا تجویز فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات قرآن کریم میں جمع کی طرف واحد کا صیغہ چلا جاتا ہے اور اس میں کچھ معنی مخفی ہوتے ہیں۔ یہاں معنی یہ ہوں گے کہ ہر کلام کے لئے ایک عمل صالح کی ضرورت ہے رفع بخشنے کیلئے یعنی پاک کلام خدا کی طرف رفع پاتا ہے، بلندی اختیار کرتا ہے بشرطیکہ نیک اعمال ان میں سے ہر کلام کو قوت بخش رہے ہوں۔ جب اس بات پر آپ غور کریں تو اس آیت میں ایک اور معانی کا جہان کھلتا ہوا روشن ہوتا ہوا دکھائی دینے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے خیالات، آپ کے جذبات، آپ کی دعائیں خواہ کتنی بھی ہوں ایک یا دو یا چند اعمال صالحہ ان سب کو رفع بخش دیں گے بلکہ ہر نیکی یعنی خیالات کی نیکی کے ساتھ ایک نیک عمل وابستہ ہوا کرتا ہے اور اتنے ہی خیالات رفع پائیں گے جن کے ساتھ تطبیق رکھنے والا، اطلاق پانے والا ایک عمل صالح بھی رونما ہو رہا ہو، وہ بھی وجود پکڑ رہا ہو۔ یعنی آپ اگر کسی کو نیکی کی نصیحت کرتے ہیں تو وہاں آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس آیت کا کیا مفہوم ہے۔ ایک انسان اگر بدیوں میں ملوث ہو لیکن ایک خوبی اس میں ہو وہ جب اس خوبی کے متعلق نصیحت پکڑتا ہے تو اس بات میں اثر ضرور ہوتا ہے لیکن اگر اعمال صالحہ کیسے بھی ہوں ایسی نصیحت کر رہا ہو جو نصیحت تو کر رہا ہے لیکن آپ اس پر عمل نہیں کر رہا اس نصیحت میں جان نہیں پڑے گی۔

تو ہر بات جو تم خدا کے حضور پیش کرتے ہو اس بات کے ساتھ مطابقت رکھنے والا ایک عمل صالح ضروری ہے جو اس کو قوت بخش رہا ہو۔ اگر تم رحم مانگ رہے ہو اللہ تعالیٰ سے اور تمہارے اندر رحم

نہیں ہے، اگر خدا تعالیٰ سے تم رزق مانگ رہے ہو لیکن بد دیانتیاں کر کے خدا کے غیر سے رزق حاصل کر رہے ہو، اگر خدا تعالیٰ کی غیرت کو کچوکے دے رہے ہو اور خود اللہ کے دین کیلئے اس نام کیلئے غیرت نہیں رکھتے تو جس جس نیک ارادے یا نیک تمنا کے ساتھ اسی قسم کا عمل موجود نہیں ہے وہ چاہے رو کر دعائیں کی جائیں یا خشک آنکھوں سے کی جائیں ان میں جان ہی نہیں پیدا ہوگی، اٹھ کر اوپر جا ہی نہیں سکتیں تو فرماتا ہے کہ بعض دفعہ نیک جذبات ضرور پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ سے نیک خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن اگر تم واقعی چاہتے ہو کہ وہ رفعتیں پکڑ جائیں تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہر نیک خیال کے ساتھ ایک نیک عمل وابستہ ہے۔ جب تم وہ نیک عمل اختیار کرو گے تو وہ نیک خیال جو تمہارے دل میں اس کے مطابق ہے وہ رفعت پا جائے گا اور یہ ہے عزت حاصل کرنے کا طریق اللہ تعالیٰ کے ہاں پوپلی نرم منہ کی باتیں کام نہیں آتیں، محض جذبات کا رونا کام نہیں آتا بلکہ اس نے ایک بڑا تفصیلی حکیمانہ طریق سکھایا ہے فرمایا یہ اختیار کرو اور پھر دیکھو کہ میں کس طرح دعاؤں کو سنتا ہوں۔ ایک بھی چیز ایسی نہیں ہوگی جو تمہارے دل میں، تمہارے جذبات میں، تمہارے خیالات میں حرکت میں آئی ہو وہ آسمان تک نہ پہنچ جائے، عمل صالح پیدا کرو۔

چنانچہ اس پہلو سے جماعت کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ اتنا بڑا خزانہ ہے جذبات کا جو اس وقت عطا ہوا ہے جماعت کو اگر اس میں سے اسی طرح گزر گئے اور اپنے اعمال کو سدھارنے کی طرف توجہ نہ کی تو بہت بڑی نعمتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ یہ اچھی بات ہے کہ مسجدیں آباد ہو رہی ہیں، یہ اچھی بات ہے کہ لوگ راتوں کو اٹھ رہے ہیں مگر اگر باقی انسانی زندگی کے اجزا پر، اس کے شعبوں پر اسکا اثر نہ ہو تو یہ پانی سر سے گزر جائے گا اور بعد میں اسی طرح خالی کی خالی جماعت بیٹھی رہ جائے گی اس لئے بڑی تفصیلی طور پر ہر جگہ جماعت کو تنظیم کے لحاظ سے بھی اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں جذبات انگیخت ہو چکے ہیں ان کو اعمال میں پاک تبدیلی کی خاطر استعمال کرنا شروع کریں اور انفرادی طور پر بھی ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ان جذبات سے استفادہ کرنا چاہئے

بہت سی ایسی کمزوریاں ہیں خصوصاً پاکستان میں کیونکہ وہاں کا معاشرہ بڑا گندا ہو چکا ہے جو احمدیوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک داخل ہوئی ہوئی ہیں اس سے ان کو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے

صنّاع ویسے دیانت دار نہیں جیسا کہ اسلام انہیں دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارے مزدور اس طرح دیانتداری سے اپنی مزدوری کا حق ادا نہیں کرتے جس طرح اسلام ان کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارے کارخانہ دار اپنے صناعوں سے ویسا حسن سلوک نہیں کرتے جیسا کے اللہ تعالیٰ ان دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارے مالک جو مزدور سے کام لے رہے ہوتے ہیں وہ اس کے جذبات کا، اس کی ضرورتوں کا، اس کے احساسات کا ویسا خیال نہیں کرتے جیسا کے اللہ تعالیٰ ان کو دیکھنا چاہتا ہے اور ہمارے تاجر بسا اوقات ایسی رپورٹیں ملتی ہیں کہ ان میں ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو دیانتداری کے اعلیٰ تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

ربوہ کے دوکانداروں کو انہی دنوں میں مَیں توجہ دلایا کرتا تھا، ربوہ کے مزدوروں کو توجہ دلایا کرتا تھا، ربوہ کے تانگہ بانوں کو توجہ دلایا کرتا تھا کیونکہ جلسہ کے دن قریب آنے تھے کہ اس طرف توجہ کرو بہت دور دور سے لوگ آئیں گے اور دیکھیں گے۔ لیکن اب تو لوگ آئیں یا نہ آئیں، احمدی آکر دیکھیں یا نہ دیکھیں تمام دنیا کی نگاہیں جماعت احمدیہ کی طرف مرکوز ہو چکی ہیں اس لئے جلسہ سالانہ کا ایک ایسا منظر پیدا ہو گیا ہے کہ ساری دنیا ہی اس جلسہ سالانہ میں سے گزر رہی ہے۔ کبھی جماعت کو اس غور سے نہیں دیکھا گیا جیسا اس دور میں دیکھا جا رہا ہے۔ کثرت سے لوگ آتے ہیں اور آکے توجہ کرتے ہیں پوچھتے ہیں۔ جہاں جہاں سے خطوط ملتے ہیں دنیا کے ہر حصے سے یہ خبر بڑی نمایاں ملتی ہے کہ جن لوگوں کو کبھی کوئی پیغام بھی نہیں ملا تھا وہ اس عام شور کی وجہ سے جو دنیا میں بپا ہوا ہے لوگ آتے ہیں دیکھتے ہیں کہ کس قسم کے لوگ ہیں، کیا ان کے حالات ہیں، کیسی ان کی زندگیاں ہیں، اور بڑی گہری نظر سے جماعت کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

اصل تو خدا کے در کے درویش اور فقیر وہ ہیں جو خدا کی خاطر بداعمالیوں سے ہجرت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نیکیوں کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ یہ وہ حرکت ہے جو خیالات کو رفعتیں بخشے گی، یہ وہ حرکت ہے جو ان کی دعاؤں کو طاقت عطا کرے گی اور وہ بلند ہونگی۔ اس حرکت کی ضرورت ہے اس لئے ربوہ بالخصوص اس لئے میرا مخاطب ہے کہ ربوہ جماعت کا مرکز ہے اور ربوہ میں جتنا دکھ اس وقت موجود ہے اتنا میری ہوش میں تو کبھی یاد نہیں کہ اتنا شدید دکھ کبھی پیدا ہوا ہو۔ بچہ بچہ شدید دکھ میں مبتلا ہے اس لئے یہ ایک خزانہ ہے اگر ہم قرآن کی حکمتوں کے مطابق اسے استعمال کریں، ان حکمتوں کے مطابق جو قرآن ہمیں سکھاتا ہے اور قرآن فرماتا ہے کہ اس سے صرف جذباتی فائدہ نہیں

اٹھانا، اس سے نظریاتی فائدہ صرف نہیں اٹھانا بلکہ عملی فائدہ اٹھاؤ اور عملی زندگی میں ایک تغیر بر پا کردو۔ یہ اگر پیدا ہو جائے تو اس ابتلا سے ہر پہلو سے جماعت کامیاب اور سرخرو ہو کر نکلے گی، ایک نئی جماعت وجود میں آجائے گی، ایک نئی زمین پیدا ہوگی، ایک نیا آسمان پیدا ہوگا اس لئے بہت ضرورت ہے کہ ہم بڑی تفصیلی کوشش اور محنت کے ساتھ جماعت کے تنظیمی اداروں کے سربراہ بھی اور افراد اپنے طور پر بھی یہ کوشش کریں کہ ہم اپنی بدیوں کو جھاڑ دیں، اس ابتلا کے دوران اور نیکیاں پیدا کر کے نیکیوں کا لباس اوڑھ کر اس سے نکلیں اور اس وقت یہ سب سے آسان ہے۔ اگر اس وقت اس سے کام نہ لیا گیا تو پھر جو جماعت ابتلا میں اصلاح نہ کر سکے پوری طرح وہ اچھے حالات میں کبھی نہیں کیا کرتی یہ تو اصولی بات ہے۔ کہتے ہیں لوہا جب نرم ہو اسی وقت اس کو شکلیں عطا کی جاسکتی ہیں۔ جب لوہا سخت ہو جائے تو پھر جس حالت میں سخت ہو گیا ہو پھر ویسا ہی رہ جاتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ سونا جب آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے۔ ضرور نکلتا ہے لیکن کندن بنانے کا طریقہ ہوتا ہے اس لئے اسے کندن بنانے کی فکر کریں۔ اس آگ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور اب تو دن بھی معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے رہ گئے ہیں اس لئے پیشتر اس کے کہ وہ آسانی کے دور آجائیں اور اللہ تعالیٰ کی فتح کو ہم نازل ہوتے دیکھیں، ہم اس فتح کیلئے ایک سجی ہوئی دلہن کی طرح تیار ہو جائیں، سولہ سنگھار کر لیں اپنے اخلاق اور اعمال کی دنیا میں ایک نئی جماعت وجود میں آئے۔ یہ ہے وہ حقیقی فتح جس کا انتظار ہونا چاہئے اگر یہ فتح نصیب نہ ہو تو پھر دوسری ہر فتح بے معنی ہے۔ اگر یہ حالت پیدا ہو جائے تو اس حالت میں جو شخص بھی مرتا ہے وہ لازماً خدا کے حضور ایک معزز انسان کے طور پر مرتا ہے کیونکہ یہی ہے جو کلام الٰہی ہمیں بتا رہا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (فاطر:۱۱) تم عزتیں چاہتے ہو، تم جن کو دنیا میں ذلیل کیا گیا ہے، تو عزتوں کے طریقے ہم تمہیں سکھا دیتے ہیں، تم یہ طریق اختیار کرو کہ اپنے پاک خیالات کے مطابق اپنے اعمال کو پاک بنانا شروع کردو تو تم اس دنیا کی نہیں بلکہ آسمان کی عزتیں پا جاؤ گے، تم ملاء اعلیٰ میں شمار کئے جاؤ گے، تمہاری باتیں ہی صرف عرش کے کنگروں کو نہیں چھو رہی ہونگی بلکہ تمہارا وجود آسمان کے بہشتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی تم آسمانی وجود شمار کئے جاؤ گے۔ کتنا عظیم الشان ایک انعام ہے جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت ہمیں بلاتی ہے

اور صرف بلاتی ہی نہیں بلکہ اس کے سارے طریق بھی سکھاتی ہے۔ عجیب کلام ہے خدا کا! روح فدا ہوتی ہے اور سجدے کرتی ہے جب اس پر غور کرتے ہیں۔

پس میں تمام دنیا کے احمدیوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس سے بھر پور فائدہ اُٹھائیں اور خصوصاً اہل ربوہ، اہل ربوہ کو تو اس لئے بھی اٹھانا چاہئے فائدہ اس موقع سے کہ اگر وہ نہیں اٹھائیں گے تو لوگ مجھے طعنے دیں گے اور دیتے ہیں۔ پچھلی دفعہ جو دو خطبے پہلے میں نے اہل ربوہ کے غریبوں، درویشوں سے محبت کا اظہار کیا۔ اول طور پر تو میرے ذہن میں وہاں کے واقفین زندگی، وہ لوگ جو خدا کی خاطر ہجرت کر کے آئے، وہاں بیٹھ رہے وہی تھے لیکن عام غربا بھی واضح طور پر میرے پیش نظر تھے تو بعض لوگوں نے یہ طعنہ شروع کر دیا کہ فلاں مزدور بے ایمانی کرتا تھا، فلاں صناع پیسے کھا گیا، فلاں تاجر دھوکے باز ثابت ہوا تو امر واقعہ یہ ہے کہ جس طرح ماں کسی بچے سے زیادہ پیار کرے تو اس بچے کے طعنے ماں کو ملا کرتے ہیں۔ کوئی معمولی سی بھی حرکت بے چارہ کر بیٹھے تو ماں کا سینہ چیر دیتے ہیں لوگ کہ تمہارے بچے نے یہ حرکت کی تم تو بڑی تعریفیں کیا کرتی تھی۔ وہی کیفیت میرے ساتھ کی جاتی ہے، غیر بھی لکھتے ہیں، غیر احمدیوں کے خط آنے شروع ہو گئے کہ آپ تو جماعت کے متعلق یہ باتیں کرتے ہیں اور اچھی روحانی جماعت بن رہی ہے کہ فلاں شخص فلاں کے پیسے کھا گیا، فلاں شخص نے اپنی بیوی سے ظلم کیا، فلاں نے بچے سے حسن سلوک نہیں کیا۔ عورتوں نے خط لکھنے شروع کر دیئے ہیں، یہ اچھے درویش ہیں جو بیویوں کا حق ادا نہیں کرتے، یہ اچھی نندیں ہیں جو بھائیوں کو بیویوں کے خلاف کرتی ہیں، ان کے ذہن میں گندی باتیں بھرتی ہیں ان کی بیویوں سے متعلق، یہ اچھی مائیں ہیں جو اپنے بیٹوں کے گھر اجاڑ رہی ہوتی ہیں۔ یہ ایک دو کی بات نہیں ہے بیسیوں خط اس مضمون کے آتے ہیں اور ہر خط مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور یہ جائز ہے اور اس لحاظ سے ان کا حق ہے کہ مجھے لکھیں اور جو اس کے نتیجہ میں مجھے دکھ پہنچتا ہے وہ میرا کام ہے کہ اسے حوصلے سے برداشت کروں اور اس کو بھی استعمال کروں جماعت کی اصلاح کے لئے، یہ بھی تو ایک جذبہ ہے اور یہ بھی تو ایک توانائی ہے۔

پس ان سب باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں اہل ربوہ کو خاص طور پر کہتا ہوں خواہ ان کے

امیر ہوں یا ان کے غریب۔ امیر تکبر کے نتیجہ میں اپنے آپ کو تباہ نہ کریں اور غریب اپنی غربت کو کفر میں نہ تبدیل ہونے دیں۔ خدا پر بھروسہ رکھیں، رزق خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ اگر دیانتداری سے کام لیں گے دیانتداری سے کام کریں گے اپنی تجارتوں کو پاک اور صاف کریں گے تو اللہ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ہے اس کا وعدہ یہ ہے کہ جب خوف اور طمع کی حالت میں تم مجھے اٹھ کر پکارتے ہو وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۷﴾ پھر ایسے لوگوں سے میں یہ سلوک کرتا ہوں کہ ایک جاری چشمہ ان کو نعمتوں اور رزق کا عطا فرماتا ہوں، وہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور میں دیتا چلا جاتا ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی منظر ہم دیکھیں۔ آمین۔